Vol.1

A Criticism Of HUMAN THOUGHTS

By
Allama Mulawvi Imad-ud-Din Lahiz

تنقید الاخیالات

رسالہ اول

جس میں اس امر پر بحث ہے کہ آیا عقل انسانی کے سوا انسان
کے لئے کوئی اور راہنما بھی ہے یا نہیں

یہ رسالہ

آنریبل سید احمد خاں صاحب سی اس آئی
کے بعض خیالات کے جواب میں

علامہ پادری مولوی عماد الدین لاہز
نے مقام امرتسر میں لکھا

اور یہ تمام کتاب جس کا نام تنقید الاخیالات ہے اور متعدد رسالوں
میں نکلے گی صرف سید صاحب موصوف کے خیالات کے
جوابات میں لکھی جاتی ہے

یہ رسالہ

بنظر رفاہ عام پنجاب رلیجیس بک سوسائٹی کی طرف سے

الہ آباد

مشن پریس میں طبع ہوا سنہ ۱۸۸۲ء

Allama Mulawvi Imad-ud-Din Lahiz

تنقید الخیالات

www.muhammadanism.org
Urdu
April.17.2006

الحمد اللہ

دیباچه

خداتعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد واضح ہو کہ میں نے ان
دنوں میں آنریبل سید احمد خاں صاحب سی اس آئی کے
بعض مذہبی خیالات پر کچھ فکر کی ہے اورجو کچھ کہ اُن کی
کتاب تفسیر القرآن اور اُن کے مضامین مندرجہ تہذیب
الاخلاق کے دیکھنے سے میرے خیال میں آگیا میں نے ارادہ کیا
کہ اُس کو اپنے عیسائی بھائیوں کےلئے اس کتاب تنقید
الخیالات کے متعدد رسالوں میں مختصر اور صاف طورپر
بیان کروں تاکہ مسیحی لوگ سید صاحب کے اُن مغالطوں سے
جو اکثر اُن کے خیالات میں مندرج ہیں خبردارہوجائیں۔اور
اُن مفید باتوں کو بھی معلوم کریں جوسید صاحب نے دیگر
مسلمانوں سے الگ ہوکےمعہ اپنے ہمرا ہونے کے قبول کی
ہیں۔اورایك میرا منشا اس تحریر سے یہ بھی ہے کہ وہ
مسلمان لوگ جو سچائی کی تلاش میں ہیں معلوم کریں کہ
ہمارے خیالات سید صاحب کے خیالات کی نسبت کیا کیا
ہیں اورہماری طرف سے اُن کیلئے کیا جواب ہیں اورجب یہ
ظاہر ہواتو وہ خود اپنی تمیز سے دریافت کرلینگے کہ مناسب
اورحق کیا ہے۔

تنبیه

پہلے سید صاحب نے ایک کتاب تبئین الکلام لکھی تھی اوراُس میں خدا تعالیٰ کے کلام برحق کی تفسیر اکثرمقامات پر کچھ اپنے طور سے کرکے ایسا ظاہر کیا تھا کہ گویا وہ عیسائیوں اور محمدیوں کو قریب قریب ایک حکمت سے لانا چاہتے ہیں۔لیکن جو تفسیر خلاف حق ہو وہ کب قبول ہوسکتی ہے اس لئے اُنہوں نے اُس پہلے خیال کو تو اب چھوڑدیا اورایک ہی خیال اُن کے دل میں آگیا جس کے اب وہ بشدت درپے ہیں۔

اوروہ یہی کہ اب وہ اسلام کی مرمت کے درپے ہیں تاکہ اُس کے شکست وریخت کومرمت کرکے اُسے پایداری بخشیں مگریہ بھی انہونی بات ہے کیونکہ اُنہوں نے نام تومرمت کا لیا ہے لیکن جو کام کرنا شروع کیا ہے وہ مرمت نہیں ہے بلکہ ایک اورہی بنیاد ہے جس کو ہرگز اسلام نہیں کہہ سکتے۔

یہی سبب ہے کہ علماء محمدیہ میں سے اکثرعالم اُن کے خیالات کے مخالف ہیں اوراُن کے خلاف کچھ لکھتے بھی ہیں۔

ہاں بعض محمدی جو اہل یورپ کے خیالات سے کچھ بہریاب ہیں وہ سید صاحب کے ساتھ موافق بھی ہوگئے ہیں پر میرے خیال میں وہ نہ اسلئے موافق ہیں کہ سید صاحب ٹھیک اسلام محمدی کے موافق بول رہے ہیں لیکن اُن کے موافقت کی وجہ جومجھے معلوم ہوئی ہے صرف یہی ہے کہ اُن کے خیالات انگریزی خیالوں کے سبب کچھ اورہی طرح کہ ہوگئے ہیں اورمحمدی اسلام انہیں اچھا معلوم نہیں ہوتا اوروہ اُسے چھوڑکرکسی دوسرے دین میں شامل ہونا بھی کسی وجہ سے پسندنہیں کرتے ہیں اس لئے جس طرح سے کہ اسلام کی مرمت ہوسکے اُن کو بلاحجت پسند ہے اُنکو تو صرف قومی آرام اورآسائش دنیا اورآبائی نام کے لئے اسلام کا نام ہی کافی ہے جس عقلی راہ پراُنہیں چاہولے چلو وہ تیارہیں کیونکہ وہ اپنے اُس طبعیت کے مطیع ہیں جو انگریزی خیالوں سے اُن میں پیدا ہوگئی ہے وہ اُن خاص خیالات کے کچھ درپے نہیں ہیں جوحضرت محمد نے اُن کے آبا کودئیے تھے۔

پس میرا ارادہ ہے کہ میں اب اُس مرمت کی طرف بھی کچھ دیکھونگا جو اسلام قدیم میں ہوئی ہے اوراس مرمت شدہ یا نوپیدا اسلام کی طرف بھی غورکرونگا کہ کیا ہے اورکیسا ہے لیکن میں خدا تعالیٰ سے مدد کا طالب ہوں کہ وہ اس کام میں میرا رہنما ہو تاکہ میں بے انصافی اورغلطی سے بچوں اور

سب آدمیوں کے سامنے صحیح اورمناسب باتیں پیش کروں اُمید ہے کہ چند رسالوں میں یہ کتاب پوری ہوگی۔ پس جن صاحبوں کی خدمت میں یہ رسالے چھپ چھپ کر پہنچتے جائیں مہربانی کرکے جمع کرتے جائیں۔سید صاحب کی تفسیر القرآن کی نسبت مجھے چند مختصر رسالے لکھنے ضرورہیں مگرچونکہ اُن کی تفسیرمذکوراُنہیں دوتین اصولوں پر قائم ہے جو تہذیب الاخلاق میں اُنہوں نے مفصل سنائی ہیں۔اسلئے مجھے ضرورت ہوئی کہ پہلے اُن کے ان اصولوں کی طرف دیکھ لوں فقط۔

پہلا خیال یا پہلا اصول

سید احمد خان صاحب کا

عقل کی بابت یہ ہے کہ صرف وہی رہنما ہے

(تہذیب الاخلاق جلد اول صفحہ ۱۳، ۱۴)

ناظرین اس مقام کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں کیونکہ یہ بیان سید صاحب کی عمارت کےلئے بنیادی اینٹ ہے اورمجھے ضرورہے کہ اس بیان کے ہرہرفقرہ پر اپنا خیال ظاہرکروں۔

وہ فرماتے ہیں کہ" عقل انسانی کے سوا کوئی اوررہنما نہیں ہے کسی طرف جاؤ اورکہیں سے پھیرکھاکرآؤ علم یا یقین یا ایمان کا مدارصرف عقل ہی پر رہتا ہے"۔

میں کہتاہوں کہ یہ اُن کا خیال ایک طرح سے تو درست ہے اورسچ ہے کیونکہ صرف بالغ عاقل ہی دنیا میں مکلف ہے دینِ ایمان اور تہذیب دنیاوی اورہر قسم کی تحسین ونفرین اور تمام مناسب اور غیر مناسب امور کا انتظام عقل ہی پر موقوف ہے۔ کیونکہ یہ شریف جوہر اسی

لئے خالق نے بخشا ہے کہ انسان کے لئے ہربات میں جہاں تک اُس کی رسائی ہے اُس کا رہبر ہو۔

لیکن دوسری طرح سے سید صاحب کا قول بالا بحث میں لانیکے لائق ہے اس لئے کہ تمام انبیاء برحق اورہم سب جواُن کے پیرو ہیں یوں سمجھتے ہیں کہ بیشک پہلا رہبر انسان کے لئے عقل ہے اوردوسرا رہبر الہام برحق ہے (نہ وہ الہام جوفرقہ برھموسماج کے اہل نے تجویز کیا ہے اور سید صاحب بھی اُنہی کی تجویز کے موافق اُس کے قائل ہیں اُس کو توہم لوگ انسان کی عقل ہی کا کام جانتے ہیں) لیکن ہم جن دورہنماؤں کے قائل ہیں اُن میں سے ایک توعقل ہے بشمول الہام احمدیہ کے دوسرا الہام برحق ہے جو صرف انبیاء میں پایا گیا ہے اورخدا ہی سے دیا گیا ہے جس کے ثبوت کی دلائل ہمارے پاس جدی کتاب میں موجود ہیں۔

عقل کو ہم لوگ بمنزلہ روحانی آنکھ کے جانتے ہیں اورہم خوب سمجھتے ہیں کہ جیسے ہماری جسمانی آنکھ سورج کی روشنی سے خوب دیکھتی ہے ایسے ہی ہمای روحانی آنکھ جو عقل ہے خدا تعالیٰ کی اُس باطنی روشنی سے جس کا نام الہام برحق ہے ہم خوب دیکھتے ہیں اورخوب دریافت کرتے ہیں۔

رات کے وقت ہم لوگ اپنی آنکھیں اپنے ساتھ لئے ہوئے سورج کے سامنے ۱۲ گھنٹے کے لئے ذرا ہٹ جاتے ہیں اور اس وقت جوکچھ ہم دیکھتے ہیں ہم سب جانتے ہیں اورجب دن ہوجاتا ہے اُس وقت بھی بمدد اُس بیرونی روشنی کے جو سورج سے ہمیں ملتی ہے جیسا صاف ہم دیکھتے ہیں ہم سب کو خوب معلوم ہے۔

اوریہ بھی معلوم ہے کہ جو لوگ صرف عقلی خیالات کے درپے ہیں اورالہام برحق یا روحانی آفتاب کی روشنی کی طرف سے نقابِ انکارڈال کر الگ رہتے ہیں وہ عقل رکھتے ہوئے بھی ایک خاص قسم کے روحانی اندھیرے میں ضرور رہتے ہیں دنیا کے شروع سے ابتک یہ تجربہ خوب ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔

یہی سبب ہے کہ ایسے لوگ شکوک اورحیرانی اور نااُمیدی میں پائے جاتے ہیں کیونکہ اُنہیں بہت کچھ صفائی سے نظر نہیں آتا خاص کر وہ دقیق باتیں جوعقل سے کھل ہی نہیں سکتیں اورجن پر انسان کیاصلی بہبودی اورکامل تسلی

کامدار ہے۔ اُن اہلِ عقل میں جو الہام برحق کے قائل نہیں ہیں سوا شکوک کے اُن باتوں کی نسبت اورکچھ نہیں ہے۔

اب میں اُن بعض باتوں کا ذکر کرتا ہوں جن میں صرف عقلی رہنمائی سے انسان کے دل کی کچھ تسلی نہیں ہوسکتی بلکہ بجائے تسلی کے بیقراری اورنا اُمیدی پیدا ہوتی ہے۔

(۱۔) دنیا کی بابت جوہمارے سامنے ہے عقل نے کیا رہنمائی کی ہے آیایہ قدیم ہے یا حادث دونوں ہدایتیں عقل کی ہیں جونسی چاہو قبول کرلو۔اگرمانو کہ قدیم ہے تو بحث ہی تمام ہوئی بشرطیکہ دلائل قدامت کوئی دے سکے۔اورجو مانو کہ حادث ہے تو بتلاؤکہ کیونکرپیدا ہوگئی کس نے پیدا کی اور مادہ کہاں سے آیا بے مادہ توکوئی شی عقلاً پیدا نہیں ہوسکتی اب یا تو مادہ کے قدم کے قائل ہوجاؤ یا کہو کہ بے مادہ کے صرف حکم سے کسی نے پیدا کردیا لیکن بے مادہ کےکسی شی کا موجود ہونا غیر ممکن ہے تو غیر ممکن فعل کسی سے کیونکرعمل میں آگیا اگر کہو کہ کوئی ایسی قوت ہے توعقل سے اُس کا ثبوت دوجوبہت مشکل بات ہے۔

(۲۔) اس جہان کے خالق کی بابت عقل نے کیا ہدایت کی ہے کسی کی عقل نے کہا کہ جہان میں تو صرف دھوکا سا ہے خود بخود قائم ہے دوسرے کی عقل نے کہا نہیں اس کا کوئی بنانے والا ہے اورچند احتمالی دلیلیں بھی سنائیں جن پر سید صاحب توہرگز بھروسہ نہیں رکھ سکتے۔کسی نے کہا ہر معلول کےلئے کوئی علت ہے اورعلت کی پھرکوئی علت ہے۔ اسی طرح چاہیئے کہ آخرکو کوئی علت علت العل نکلے مگریہ بھی احتمالی دلیل ہے شاید علتوں کا سلسلہ ہے ناتمام ہو اور تسلسل یا دور باطل ہی نہ ہو بلکہ وہی دلیل باطل ہو جو تسلسل اوردورکو باطل کرتی ہے یاالفرض کسی احتمالی دلیل سےاگر اس کا خالق کوئی خاص قوت یا کوئی شخص مانا بھی جائے تو یہ بتلانا بھی مشکل ہے کہ کہاں ہے اورکیسا ہے اُس نے کیونکر جہان کو بنادیا اوراب بھی کچھ بنانے پر قادر ہے یا نہیں اُس کی طاقت بے حد ہے یا اسی جہان کے نیچر میں محدوداورمقید ہے غرض بہت سے سوالات وارد ہوتے ہیں جو نہ کبھی کسی سے حل ہوسکے اورنہ قیامت تک عقل سے حل ہونگے۔

(۱۔)پھر خالق کی مرضی کے دریافت کرنے میں عقل نے کیا ہدایت کی ہے اُس نے کیوں اس جہان کو پیدا کیا ہمیں کیوں اور کسی غرض سے دنیا میں پیدا کیا ہمارے اندر

مختلف خواہشیں اورحاجتیں کس شدت سے جوش زن ہیں پھرکیونکرہم اُس کی مرضی سے مطابقت پیداکرسکتے ہیں۔

(۳۔) ہماری روح کی بابت کہ یہ کیاہے آیا کوئی غیر فانی شخص ہمارے اندر ہے جس کا نام روح ہے یا صرف فانی کیفیت ہے جوعناصر اورمادہ کی صورت اجتمائی سے پیدا ہوگئی ہے آیاہماری روح ہمارے بدن کے ساتھ فناہوجاتی ہے یا باقی رہتی ہے کیا روح کو ایسی کوئی اورحالت پیش آتی ہے جس میں اس کواس حالت موجودہ کا نتیجہ اٹھانا پڑتاہے یانہیں انجام کی بابت عقل کاکیا بیان ہے۔

پس اس قسم کی باتیں تمام مذاہب میں اصولی اور درجہ اعلیٰ کی باتیں شمارکی جاتی ہیں اوردوسری قسم کی باتیں جواخلاق اورحسن معاشرت سے متعلق ہیں وہ ہماری نظروں میں ان اعلیٰ درجہ کی باتوں سے نیچے رتبہ کی باتیں ہیں بلکہ اُن کی تعمیل کی تکمیل اُن کے یقین اورعلم پر موقوف ہے اوریہی بھی ظاہر ہے کہ بغیر پابندی مذاہب کے امور مناسبہ اخلاق ومعاشرت عمل میں آسکتے ہیں جس سے دنیا اچھی گذرجاتی ہے مذاہب کی ضرورت تو صرف آخرت کیلئے ہے اگر وہ آخرت کہیں ہے اوراُس کا ثبوت کچھ عقل سے مل سکتاہے تو دینا چاہیے۔

پس یہ اعلیٰ رتبہ کے مذہبی اصولی خیال جن کا مختصر ذکرمیں نے کیاآیا عقل کی ہدایت میں کچھ فکر کے لائق ہیں یا نہیں اگر کہو کہ نہیں توسلام ہے ایسی عقل کوبہ بے عقلی ہے بہترہے جو کہتی ہے کہ یہ سب باتیں فکر کے لائق ہیں میں تو جانتاہوں کہ ہرشخص جس کی تمیزمیں کچھ بھی زندگی ہے وہ ان امورکو لائق فکر سمجھیگا کہ ان کی بابت تسلی حاصل کرے۔

اب عقل سے کہ صرف وہی رہنما ہے دریافت کرنا چاہیے کہ کیا رہنمائی آپ کی ان امورمیں ہے۔ آیا عقل سے جہاں تک جوکچھ معلوم ہواہے اُسی کے لطف میں اورجوکچھ نہ معلوم ہوا اُس کی حسرت میں غلطا پیچاں رہ کر سانس پوری کردیں اوروقت پر مرریں اگرآگے کچھ ہے تو وہاں چل کر دیکھا جائے گا۔

یا اُن مذکورہ باتوں میں ضرورکچھ فکرلازم ہے اورتسلی تلاش کرنا فرض ہے کیونکہ سارے کاموں سے اعلیٰ رتبہ کام یہی ہے اورسارے خیالات دنیا ویہ سے اعلیٰ خیالات یہی ہیں

اورتمام فوائد دنیاویہ سے عمدہ فائدہ یہی ہے اور ہر دنیاوی ترقی وعزت سے عمدہ ترقی اورعزت یہی ہے کہ آدمی آخرت کا بندوبست صحیح طورپر کرے۔ یہ میرا مطلب نہیں کہ دنیاوی امورمتعلقہ میں غفلت کرکے اُنہیں باتوں کے درپے ہوجانے نہیں بلکہ دنیاوی کام جومناسب ہیں کرتا ہوا ان امور میں بھی تسلی حاصل کرنا فرض عین سمجھے کیونکہ ہماری عقل یوں کہتی ہے کہ جس نے اُن امور میں کامل تسلی حاصل نہ کی اگرچہ بڑی عزت اور دولت اورعام دنیاوی حاصل کیا پراُس نے کچھ نہیں پایا۔

اب میں ناظرین سے پوچھتاہوں کہ آدمی کی عقل نے اگرچہ دنیاوی باتوں میں انسان کی بہت رہنمائی کی ہے پر امور مذکورہ بالا میں جو اہم الاموریں کیا رہنمائی کی ہے صرف یہ کہ میں کچھ نہیں جانتی۔

کئی بار سید صاحب نے خدا تعالیٰ کی نسبت یوں کہا ہے کہ سوائے اس بات کے کہ خدا ہے اورکچھ نہیں کہہ سکتے۔ یہ بات تو ہے مگر لفظ ہے میں بھی کچھ ہجت ہے۔

پس قطعی علم جو عقلی رہنمائی سے اُن امور میں آدمیوں کو حاصل ہوا وہ کہاں ہے۔

علوم قدیمہ اورجدیدہ میں تو عقل نے ہماری بہت مدد کی ہے اور بہت سی دنیاوی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کردیا ہے اورآدمیوں کو بہت کچھ سکھلایا اوربتلایا اوردکھلایا ہے یہاں تک کہ دنیا اس وقت بڑی رونق پر ہے اوراس لئے ہم اس جوہر شریف یعنی عقل کی بخشش کی بابت خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں اوراس جوہر کی بھی عزت کرتے ہیں اورآپ بھی کوشش کرتے ہیں اوراپنی اولاد اورآئندہ پشتوں کے لئے بھی ساعی ہیں کہ کوشش کرکے معقولات کے عمدہ نتائج نکالنے میں ہم اوروہ بھی مشغول رہیں اورعقل سے فائدہ اٹھائیں۔

لیکن یہ بھی میں کہتاہوں کہ امور مذکورہ بالا میں عقل کی ہدایت ورہنمائی کا جوحال دنیا کے شروع میں تھا وہی اب بھی ہے وہی تو دوتین شقیں یاوہمی تقسیم یا تردید کی باتیں ہیں کہ یوں ہوگا یا یوں پس اُن احتمالی یا وہمی باتوں میں سے اگر کچھ پسند کے لائق ہو تو قبول کرکے اُسے اپنا عقیدہ ٹھہرا لو اوراُس عقیدہ کے مناسب اپنے اعمال دکھلاؤ ورنہ خیر۔

لیکن جب انسان کی عقل اُسے صاف کہتی ہے کہ یہ میرا احتمالی علم ہے نہ علم قطعی توپھر وہ خیال عقیدہ کب بن

سکتا ہے اُس میں تو آدمی مذبذب رہیگا اورجب بنیاد مذبذب ہے توتمام عمارت مذبذب ہوگی اوروہ اعمال بھی جواس مذبذب عقیدہ کے مناسب ہونگے ویسی ہونگے۔

پس عقل سے پوچھنا چاہیے کہ آپ کیا فرماتی ہیں آپ نے تومجھے عمدہ کھانے اورعمدہ لباس اوراچھ اچھے مکان اور عمدہ سواریاں اور سب عمدہ انتظام دنیا کے خوب بتلائے ہیں اورمیں ان سب باتوں کے لئے آپ کا بہت شکرگزار ہوں لیکن میں توفانی آدمی ہوں یہ سب کچھ چھوڑکے بظاہر تو نیستی کے پردے میں چھپ جانے والا ہوں اورمیرا دل ابدی زندگی کا بشدت طالب ہے اب مجھے آپ بتلائیں کہ میرے لئے ابدی زندگی اوروہ بھی خوشی کے ساتھ ہو سکتی ہے یا نہیں۔

تب عقل کا یہی جواب ہے کہ میں کچھ نہیں جانتی میں تو وہ عقل نہیں ہوں جس عقل سے تمام موجودات کاانتظام قائم ہے پس اُن مشکلات کو جو مجھ سے حل نہیں ہوسکتے اُس عقل سے پوچھو جس سے تمام انتظام ہوا ہے۔ وہ عقل موجودتو ضرورہے کیونکہ انتظام جہان اُس پرگواہی دیتا ہے۔

تب سوال یہ ہوتاہے کہ وہ عقل کہاں بولتی ہے کہ اُس سے باتیں کروں۔عقلاً جہان کے پاس تو وہی عقل ہے جو مشکلات کے حل پر قادرنہیں ہے جس کو زن ایک چشم کہنا چاہیے۔

ہاں دنیا میں ایک اورفرقہ ہے جن کوانبیاء کہتے ہیں اُن کی دنیاوی عقل تواُسی درجہ پر ہے جس درجے پرسب بنی آدم کی عقل ہے یا اُس سے بھی کسی میں کچھ کم ۔ مگروہ مدعی ہیں اس بات کے کہ علتہ العلل نے ہم سے ملاقات کی ہے اُنہیں کی باتوں کا نام الہام برحق ہے۔

پس عقل نے جوہماری رہنما ہے اپنی حد میں ہماری رہنمائی کی ہے اوراپنے حد سے باہر جہاں وہ ناچار تھی ایک دوسرے ہادی کا دروازہ دکھلایا ہے۔ اورکب دکھلایا ہے پہلے تو خوب ٹٹولا ہے کہ یہ ہادی برحق کا گھر ہے یا نہیں اورجب اُس کی تسلی ہوگئی تو کہا کہ اب اس کی سن اورمان میں بھی تو ہر بات کو تیرے ساتھ رہے کر پرکھونگی اگراُس کی تعلیم کے ہر مسئلہ میں میرے سے امکان کا فتویٰ اوراُس کی طرف سے صداقت کی گواہی توپائے توتیرے لئے علم الیقین یا حق الیقین اُس مسئلہ میں حاصل ہوجائے۔

اوراگرتواس بات کو قبول نہ کرے توآمیرے ساتھ اُس فرقے کے لوگوں میں رہاکرجوتمام عمر شک میں اوریایوں یا یوں کی بحث میں بے تسلی مرجاتے ہیں۔

لیکن میں جانتاہوں کہ عقل کی صحیح ہدایت یہی ہے کہ آدمی اسلم راہ کواختیارکرے اوراپنی عقل ہی سے پوچھے کہ اسلم راہ کون سی ہے۔

دنیا کے شروع سے جہاں تک کا احوال معلوم ہے اُس سے ظاہر ہے کہ انبیاء کے مخالف تین قسم کے لوگ ہمیشہ پائے گئے ہیں اول جھوٹے مدعی الہام دوئم نفس پرست لوگ سوم عقل پرست آدمی اسلئے طالب حق کو ہرکسی ہادی کی بات پربہت ہی غوروفکر لازم ہے۔

یایوں کہوکہ جوامورعقل سے حل نہیں ہوسکتے اُن کی بابت فکر ہے کرنا عبث ہے پیدا کنندہ کی مرضی ہی نہیں ہے کہ ہم اُن امورمیں غورکریں ورنہ وہ ہماری عقل کووہاں تک بھی رسائی بخشتا۔اگراس خیال پر قائم ہوجائیں توہم کہہ سکتے ہیں کہ صرف عقل ہی رہنما اورجہاں تک وہ ہدایت کرتی ہے اتنا ہی جاننا ہمارا حق ہے پر یہ خیال انسان کی روح میں سیری کا باعث نہیں ہے نا اُمیدی اور بے قراری میں مرنا ہوگا۔

کوئی کہتاہے کہ جوامورعقل سے حل نہیں ہوتے ہیں الہام سے وہ کیونکر حل ہوگئے ہیں۔اس کا جواب میں یہ دیتاہوں کہ وہ چارباتیں جن کو بطورمثال کے میں نے اوپر دکھلایا ہے اوراُن کی نسبت عقل کے احتمالی خیالات بھی مختصراً بیان کئے ہیں الہام برحق نے اُس کا صاف بیان یوں کیا ہے کہ یہ جہان قدیم نہیں بلکہ حادث ہے اورحادث بھی ایسا ہے کہ بے مادہ نیستی سے بحکم اُسی علتہ العلل کے موجود ہوگیا ہے اوروہ علتہ العلل جس کو خدا کہتے ہیں کوئی شخص ہے جس کی شخصیت انسان کے فہم سے باہر ہے وہ معلول کسی غیر علت کا نہیں ہے خود بخود ازل سے ابد تک موجود ہے اُس کی قدرت بے حد ہے وہ محالات عادیہ پربھی قادر ہے وہ اس جہان میں یا اس کے مادہ میں مثل دیگر قویٰ کے ساری نہیں ہے صرف اُس کا حکم ساری ہے اُس کی صفات اُس کی عین ذات یا غیر ذات بھی نہیں ہیں۔ مگر بین بین ہیں اُس کی مرضی ہماری نسبت صرف بائبل میں ظاہر ہے اور ہماری روحانی خواہشوں سے کمال مطابقت رکھتی ہے اور

ہماری روحیں غیر فانی ہیں اس جہان کی چیزیں نہیں ہیں اُس کا پھونکا ہوا دم ہے جو کبھی فنا نہ ہوگا خواہ اُس کے قریب آرام میں رہے یا اُس سے دور کچھ غم میں۔

ان کے سوا اور سب باتیں ہیں جن میں عقل یا یوں یا یوں کہتی ہے صاف طور پر الہام برحق کہتا ہے کہ یوں ہے۔

پس یہ تو ان امور میں ایک صاف فتویٰ ہے جو ہم الہام برحق کے منہ سے سنتے ہیں اور اس حکم یا فتویٰ کی صداقت کےلئے کہ یقیناً یہ سچا بیان ہے وہ قدرت اور طاقت ہمیں مجبور کرتی ہے جو الہام برحق کے ساتھ ہے اور ہماری عقل بھی جو ہادی ہے کہتی ہے کہ یقیناً یہ قدرت جو الہام کے ساتھ ہے اُس کی ہے جس نے اس جہان کو بنایا ہے۔

یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سب بیان جو الہام برحق کرتا ہے صرف اُسی سے روح انسانی کے سب اقتضا تکمیل پاسکتے ہیں اور کسی دوسرے خیال سے پا ہی نہیں سکتے۔ تب ہم کہتے ہیں کہ یقیناً وہ بیان برحق ہیں اور الہام برحق کی رہنمائی سے جس کی تصدیق بطور امکان عقل نے بھی کی ہے ہمیں اُن امور میں وہ عام حاصل ہوگیا جو موجب یقین اور باعث تشفی ہے اور مجرد عقل سے کبھی حاصل ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

تب ہم جانتے ہیں کہ دو رہنما انسان کیلئے ہیں ایک تو عقل اور دوسرا الہام برحق۔

البتہ خیالات الہامیہ کو پرکھنا اور قبول کرنا یا رد کرنا عقل کا کام ہے پر اُن خیالات کا مفہوم الہام کی بخشش ہے نہ عقل کی اگرچہ عقل اُس کی خادم ہے نہ معلم و حاکم۔

ہاں ایسے لوگ بھی دنیا میں بہت ہیں جو صرف عقل ہی کو رہنما جانتے ہیں اور الہام کی ہدایات کو قبول نہیں کرتے پر وہ لوگ ہمیں اسلم راہ پر معلوم نہیں ہوتے ہیں اور خود بڑی ضروری باتوں میں مذبذب اور حیران رہتے ہیں۔

قولہ کہیں جاؤ اور کہیں سے پھیر کھا کر آؤ علم[1] یا یقین یا ایمان کا مدار صرف عقل ہی پر رہتا ہے۔

دین کی بنیادی اور بڑی باتوں کا علم تو صرف الہام برحق سے حاصل ہوتا ہے حقیقتاً تب اُس کا مدار الہام پر ہے نہ عقل پر۔ من وجہٍ اُس کا مدار بھی عقل پر ہے اس لئے کہ

---

[1] عام بمعنی دانستن یا کسی شی کا مفہوم ہے جو ذہن میں حاصل ہوجائے۔

بالغ عاقل ہے مکلف ہے اوراس وجہ سے بھی کہ عقل کے اجبار سے وہ قبول کیا گیا ہے نہ عقل کی تفہیم سے عقل تووہاں صاف کہتی ہے کہ یہ مفہم میری رسائی سے بلند وبالا میں تو صرف اپنے قریب کی چیزوں کوکچھ سمجھتی ہوں سومیں نے بتلایاکہ یہ شخص مُدعی الہام جو میرے سامنے ہے مجھے خدا کی طرف سے معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ خدا کی طاقت اُسکے ساتھ ہے اوراُس کے نفس بیان پر میری طرف سے صرف امکان کاحکم ہے پس عقل کی اس خارجی تصدیق کے سبب اگر کوئی کہے کہ مداراُس علم کا عقل پر ہی تومیں بھی مان سکتا ہوں مگر فی الحقیقت تومداراُس مفہوم کا صرف الہام پر ہے جس نے وہ مفہوم پیش کیا عقل نے وہ مفہوم پیش نہیں کیا ہے۔

یہی حال یقین کا ہے جوعلم سے پیدا ہوتا ہے جب کسی نے اُس علم یا مفہوم کو جو صرف الہام سے ہے بغیر سمجھے صرف الہام کے بھروسے پر قبول کرلیا اورآپ کواُس کے سپرد کردیا تو ظاہر ہے کہ اُسکا یقین اُس کے دل میں جو جم گیا ہے اورمداراُس کا اسی الہام پر ہے عقل جیسے اُس علم کی خادم تھی ویسے ہی اس یقین کی بھی خادم ہے۔

رہا ایمان یہ تو دوسرا لفظ ہے جو یقین کا ایک طرح سے مرادف ہے وہ یقین میں ایک خصوصیت پیدا کرتا ہےکیونکہ ایمان نام ہے خاص اُس یقین کا جو نادیدنی چیزوں کی نسبت ہے پس لفظ ایمان کا اصطلاحی مفہوم آپ ہی ظاہرکرتا ہے کہ اُس کا مدار عقل پر نہیں ہے یعنی ماہیت الہٰی اوراُس کے وعدوں کی نسبت ہے اگرچہ عقل اُس کےلئے بھی خارجی تصدیق سے خادم ہو۔

اگرکسی ایمان کا مداربھی عقل پر ہو من کل الوجوہ تو وہ ایمان ایمان ہی نہیں ہے بلکہ وہ بھی مثل اورسب دنیاوی یقینیات کے ایک یقین ہے نہ وہ مخصوص یقین جو ایمان کہلاتا ہے۔

اگر کوئی آدمی دن کے وقت کہے کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ اس وقت دن ہے تو یہ ایمان نہیں ہے بلکہ ایک صحیح یقین ہے جس کا مدارصرف عقل پر ہے، ایمان یہ ہے کہ میں یقین کرتاہوں کہ بغیرحصول علم عقلی کے کہ کسی دن قیامت ہوگی اوربندگان خدا اپنےاعمال کی جزا وسزا پائینگے اورصرف مخبر صادق کے قول پر اعتماد کرکے میں ایسا ایمان رکھتاہوں۔

تب ایمان کا مدار نہ صرف عقل پر مگر الہام پر ہوا۔
مدار کے کیا معنی ہیں اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اگر مدار سے مطلب یہ ہے کہ حصول ایک شی کا جس دوسری شے سے ہے تو وہ دوسری شی اُس شی اول کا مدار ہے، اس حیثیت سے تو دین کی مشکلات کے علم کا مدار اوریقین وایمان کا مدار ہرگز عقل پر نہیں ہے صرف مخبرصادق کے قول پر الہام برحق پر ہے۔

اورجومدار سے یہ مطلب ہے کہ حصول الشی من شيٍ کا قیام انسان کے ذہن میں عقل پر موقوف ہے تو یہ درست ہے اوراس سے ہمارا کچھ حرج نہیں اورسید صاحب کے لئے کچھ مفید نہیں ایسے ایسے موقوف علیہ توہمارے پاس اوربھی بہت ہیں اگرچہ قریب یا بعید کا درجہ رکھتے ہوں۔مثلاً ہماری زندگی ہماری پیدائش ہماری انانیت ہماری حالت موجودہ اوراس طرح ہماری عقل بھی۔

قولہ پس عام لوگوں کا یہ مسئلہ کہ ایمان اورمذہب کو عقل سے کچھ علاقہ نہیں ہے یقینی غلط ہے۔

(کچھ علاقہ نہیں ہے) یقیناً غلط بات ہے کیونکہ جھوٹے اورسچے مذہب کو عقل پرکھتی ہے عقل ہی بتلاتی ہے کہ یہ مذہب آدمیوں کی بناوٹ ہے اوریہ الہٰی حکمت ہے اور عقل ہی کہتی ہے کہ عقل پرستی اچھی بات نہیں ہے عقل ہی کہتی ہے کہ اُن امور میں جومیرے احاطہ دریافت سے باہر ہیں تومجھ میں حیران ہوکے مت مربلکہ اپنے خالق کی طرف رجوع کر اورمیں اُس کا دیا ہوا الہام تجھے بتاؤنگی تاکہ تو اُس کی پیروی کرکے سلامتی حاصل کرے تب عقل کو ایمان اورمذہب کے ساتھ کچھ علاقہ توہے اگرچہ وہ اُسکی موقوف علیہ نہیں ہے پر خادم ہے۔

لیکن مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ جواُوپر مرقوم ہے کچھ تصرف کے ساتھ عام لوگوں نے سید صاحب کو سنایا ہے کیونکہ یہ ایک مثل عام مشہور ہے کہ خدا کو کسی نے نہیں دیکھا مگر عقل سے پہچانا ہے پھروہ کیونکہ کہہ سکتے ہیں کہ عقل کو مذہب اورایمان سے کچھ علاقہ نہیں ہے شاید اُن کا یہ مطلب ہوگاکہ مذہب کی اُن خاص مشکلات میں جوعقل سے بلند وبالا ہیں کیوں دخل دیتے ہو خدا نے اپنی حکمتوں اورسب گہرائیوں کی چابی انسانی عقل کے ہاتھ میں نہیں سونپ دی ہے کہ وہ جوچاہے دریافت کرئے اوراس سبب سے انسان بغاوت کا دم بھرنے لگے بلکہ اُس نے آدمی کو

اپنا محتاج ہرحال میں رکھا ہے تاکہ اس سے لپٹا رہا اس کی ساری قوتوں کےلئے ایک حد ہے ایسے ہی عقل بھی اپنے حد میں کام کرتی ہے اُس کے حد کے باہر اُسے کیوں دوڑاتے اور ہلاک ہوتے ہو۔

قولہ جب میں نے مذہب اسلام کو بالکل عقل کے مطابق پایا تو اُس کی سچائی پر اوراس مسئلہ کی غلطی پر اوربھی یقین ہوا۔

میں کہتاہوں کہ اسلام کو بالکل عقل کے مطابق پانے کے کیا معنی ہیں۔ یہی معنی ہونگے کہ اُسکی سب ہدایتیں ایسی ہیں کہ عقل نے اُنہیں ایسا دریافت کرلیا ہے جیساکہ بعض دنیاوی چیزوں کو دریافت کرلیتی ہیں اورپھر عقل نے اُن سب ہدایتوں کی اصابت اورواجب التعمیل ہونے پر حکم دیا ہے۔

اگریہی مطلب ہے تویہ دعوےٰ خلاف واقع کے ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا بیان اوراُس کی وحدت کا ذکر اورآخرت کا بیان اورانسان کی روح کا بیان کہ وہ غیر فانی ہے اور،اوربھی بعض مضامین ہیں جو تعلیم قرآن کی بنیاد ہیں اور وہ سب احاطہ دریافت عقل سے بلند وبالا ہیں نیچر میں ان خیالات کا کامل فیصلہ عقل سے اب تک ہوہی نہیں سکا قرآن میں ان باتوں کا فیصلہ عقل نے کیونکر کردیا کہ سید صاحب نے اسلام کو بالکل عقل کے مطابق پالیا یہ تو صاف صاف عقل کے خلاف ایک حمایت کی بات ہے۔

ہم جو عیسائی ہیں اوران باتوں کے بدل وجان قائل ہیں عقلی فیصلہ سے ہم ان امور کے قابل نہیں ہیں صرف الہام کی اطاعت کے سبب سے ہم قائل ہیں۔

بفرض محال اگرہم یہ دعویٰ سید صاحب کا قبول بھی کرلیں تو سوال یہ ہوتاہے کہ سید صاحب نے اسلام کو بالکل کس کے عقل کے مطابق پایا ہے آیا صرف اپنی عقل کے مطابق یا تمام عقلاکی عقل کے مطابق شق ثانی توبالکل غلط ہے ۔اگر شق اول صحیح ہو تو صرف اُنہیں کے لئے موجب تسلی ہوسکتی ہے نہ ہم سب کے لئے کیونکہ وہ عقل جوہم میں ہے اس دعوے کو قبول نہیں کرتی نہ اُن دلائل کو جواس دعوے کے ثبوت میں سید صاحب نے اپنے تصانیت میں پیش کی ہیں کیونکہ اُن ابطال ہمارے پاس موجود ہے۔

اگرہم کہیں کہ فرض کرلو کہ سید صاحب کا دعویٰ اوراُن کی دلائل درست ہیں تونتیجہ اس کا کیا ہوگا نہ وہ نتیجہ ہوگا جو سید صاحب نکالتے ہیں کہ اسلام منجانب اللہ ہے

مگریہ نتیجہ ہوگا کہ اسلام منجانب اللہ ہرگز نہیں ہے اوریہ نتیجہ انہیں کے دعویٰ سے پیدا ہوگا۔

کیونکہ اسلام اگربالکل عقل کے مطابق ہے تواُسی عقل کے مطابق ہے جوآدمیوں میں ہے تب ضروراسلام کسی آدمی کی عقل کا نتیجہ ہے جوایک اور شخص کی عقل میں بالکل سماگیا۔

دیکھو ایک گھڑی ہے جو وقت بتلاتی ہے اورکسی کاریگر آدمی سے وہ بنائی گئی ہے۔اس فن کا ناواقف آدمی اُسے دیکھ کر کیسا حیران ہوجاتاہے پر جب کوئی گھڑی ساز اُسکی سب کیفیت اُس ناواقف کو بتلائے تواُسے سب کچھ جو گھڑی میں ہے معلوم ہوجاتاہے اورکوئی دقیقہ گھڑی کا اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔اس کا سبب یہ ہے کہ گھڑی ایک آدمی کی عقل کا نتیجہ ہے اورایک آدمی کی عقل کا نتیجہ دوسرے آدمی کی عقل میں بخوبی آسکتاہے۔

لیکن اس جہان کے خالق کا کام اورانتظام اوراُس کی حکمت کی گہرائی جواس جہان میں ہے اورعقل انسانی کو نظر آتی ہے ہر ایک عقلمند کی عقل کےلئے سخت حیرانی کا باعث ہے اورابتک اس نیچر کی عقدہ کشائی عقل انسانی سے پوری نہیں ہوچکی ہے اورسب عقلا کی عقل کا یہ بیان ہے کہ صانع تعالیٰ کی عقل اورحکمت بے حد ہے اورانسانی فہم سے باہر ہے۔

اگرچہ بہت کچھ عناصریا مادہ کی بابت اورسیاروں کی بابت اورنباتات وحیوانات اور معدنیات کی بابت معلوم ہوگیاہے پرہزارہا ہزارحکمتیں اسی جہان میں اوربھی ہیں جو اب تک دریافت نہیں ہوئیں اورناممکن ہے کہ تمام خدائی کا حال انسان کوکبھی معلوم ہو پس خدا کے کلموں کا تو وہ حال ہے اوراس کی دانش کا یہ حال ہے۔

اب اگر اسلام خدا سے ہے اوراُس کی دلیل یہ ہے کہ وہ مناسبت رکھتاہےایک خاص آدمی کی عقل سے تو اس دلیل کو جو کوئی قبول کرسکتاہے وہ کرے ہم اُسے قبول نہیں کرسکتے البتہ یہ قبول کرسکتے ہیں کہ اگر فی الحقیقت اسلامی خیالات مناسب ہیں سید صاحب کی عقل کے توبانئی اسلام کی عقل اور سید صاحب کی عقل میں بہ مناسبت ہے نہ یہ کہ وہ منجانب اللہ ہے۔

خدا کی طرف سے اسلام اس وقت ہوسکتاہے جب وہ اپنے اندرکوئی خاص نسبت خدا کی عقل سے دکھلائے۔ نسبت

تورکھے سید صاحب کی عقل سے اورہوجائے وہ خدا کی طرف سے کیا سید صاحب کی عقل اورخدا کی عقل ایك ہی شے ہیں ہرگز نہیں خدا کی حکمت اوردانائی موجودات میں ظاہر ہے اُس کے ساتھ اسلام کوکیا نسبت ہے۔

خداکا کلام بائبل ہے اوربائبل میں ویسی ہی مشکلات عقیلہ اورویسی ہی آسان تعلیمات بھی موجود ہیں جیسی مشکل اورآسان حکمتیں خدا کی جہان میں دیکھی جاتی ہیں۔بائبل اپنی خاص نسبت اُس عقل کے ساتھ دکھلاتی ہیں جس عقل کی تدبیر سے یہ جہان پیدا ہوگیا اگر بائبل بالکل انسانی عقل کے مطابق ہوتی جیسے اسلام کے لئے سید صاحب کا دعویٰ ہے تو ضرور ہم اُسے بھی آدمی کی بناوٹ تصورکرسکتے تھے۔

عقل انسانی ہمیشہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اوراُس میں بہت غلطیاں بھی واقع ہوتی ہیں اسی لئے تو دنیاوی امورجواُس سے متعلق ہیں ہمیشہ ترمیم پاتے رہتے ہیں اوراس میں انسان کاکچھ حرج نہیں ہے کیونکہ دنیاوی باتیں جسم فانی سے متعلق ہیں لیکن ہماری روح جس کو ہم غیرفانی جانتے ہیں اورجس کی ابدی زندگی کے ہم خواہاں ہیں اس کی پناہ گاہ یا اُس کا مسکن کچی بنیاد پر جو عقلی بنیاد ہے ہم قائم نہیں کرسکتے ہیں اوریہ بھی ہم نہیں چاہتے کہ روح کےلئے کوئی مسکن ہم خود تجویز کریں مگروہ مسکن تلاش کرتے ہیں جوازل سے ابد تك قائم دائم اورمستحکم ہے اوروہ عمارت صرف اللہ سے ہوسکتی ہے عقل کی کیا طاقت ہے کہ ایسی تجویز یا راہ یا عمارت قائم کرے۔اب ہماری روح اُس گھرمیں رہتی ہے جس کے ستون وہ عقائد ہیں جواللہ نے الہام سے بتلائے ہیں عقل انسانی نے نہیں قائم کرلئے۔

یہ فقرہ سید صاحب کا عجیب فقرہ ہے کہ اسلام عقل کے مطابق ہے اُن کویوں کہنا چاہیے تھاکہ میں اسلام کو توڑپھوڑکر اپنی عقل کے مطابق بناؤنگا اوراُس وقت کہونگا کہ عقل کے مطابق ہے یا یوں کہتے کہ عقل کے مطابق بناتاہوں اگربن سکے۔

قولہ ایمان بے یقین کے اوریقین بے علم کے نہیں ہوسکتا۔

میں کہتاہوں یہ سچ ہے۔ لیکن وہ علم جس پر یقین قائم ہوتا ہے وہی بحث کا مقام ہے کیونکہ وہ علم جو صرف عقل سے حاصل ہو اوروہ یقین جواُس علم سے حاصل ہو وہ

ایمان کا موقوف علیہ ہرگز نہیں۔ لیکن علمِ الہامی سے جو یقین حاصل ہو بغیر اُس یقین کے ایمان نہیں ہوسکتا۔

دیکھ لو ایمان اوریقین کے اُن عمدہ عمدہ نمونوں کو جو دنیا میں ظاہر ہوئے ہیں کہ اُن کے ایمان اوریقین کا مدار علوم عقلیہ نہ تھے مگر علوم الہامیہ۔

دلائل عقلیہ سے جب دین کی مشکلات کا ثبوت دیا جاتا ہے تو وہ اس قدر تسلی اوریقین یا اطمینان کا باعث نہیں ہوتا ہے جس قدر الہامی بیان اس مطلب پر مفید ہوتے ہیں۔

قولہ لیکن علم یا یقین جس کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہوسکتا ایسا ہونا چاہیے جیسا دس و تین کی زیادتی وکمی کا یقین ہے جو زایل نہیں ہوسکتا۔

میں کہتا ہوں کہ ضروریقین ایسا ہے پختہ چاہیے لیکن ایسا یقین صرف اُسی علم پر موقوف نہیں ہے جو عقل سے حاصل ہوتا ہے الہامی ہدایت اور اندرونی الہٰی ہدایت اورانکشاف الہٰی سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ اس سے بھی کہیں زیادہ مستحکم ہوتا ہے۔

اوراس کا کامل ثبوت اُن خاص شہدا کا خون ہے جنہوں نے بغیر لالچ اموال دنیاوی کے محض سچائی پر گواہی دینے کے لئے اپنے خون سے صفحہ دھر پر یہ سطر لکھ دی ہے کہ جیسے دس وتین کی زیادتی وکمی کا یقین ہے اہل دنیا کو بعد دریافت کرنے مقادیر دس وتین کے اپنی عقل سے اُس سے بھی زیادہ تر اُستواریقین ہمیں اُس امر کا ہے جو آدمیوں کی عقل میں ناممکن ہے اوریہ یقین ہمیں اُس علم سے پیدا ہوا ہے جو نہ عقل سے مگر الہام یا القاء ربانی سے ہے۔

اس طرح کے اہل یقین ہر زمانہ میں تھے اور ابتک صدھا ہیں جو عین علوم جدیدہ کی روشنی کے درمیان کھڑے ہوئے اپنی حالت موجودہ سے اوراپنی زبان سے بھی گواہی دے رہے ہیں کہ یو نہیں ہے اوریہ باتیں ہرگز نہ ٹلینگی اورہم ضرور جہان پر فتح پاچکے ہیں ایسے یقین اُن کو کہاں سے حاصل ہوئے کیا علم عقلی سے ہرگز نہیں اُن کے یقین کے اصول تو وہ ہیں جواکثروں کی عقل کے سامنے ناممکن ہیں اورعلم الہٰی نے اُن کے دلوں میں ایسایقین پیدا کیا ہے جو زایل نہیں ہوسکتا۔

قولہ یہودی نے کہا کہ مجھے اس بات پر یقین کامل ہے کہ خدا ایک ہے کیونکہ موسیٰ نے کہا ہے۔

سید صاحب کو یہ بات بہت ہلکی معلوم ہوتی ہے کہ یہودی نے وحدت الہٰی پر یقین کی وجہ موسیٰ کا قول کیوں

پیش کیا کوئی عقل دلیل سنائی ہوتی میں کہتاہوں کہ ہرعقلی دلیل سے موسیٰ کا قول زیادہ معتبر ہے کیونکہ ہر عقلی دلیل احتمالی ہے پرقول موسیٰ کا مومن کےلئے قطعی دلیل ہے۔

پہلے تو خدا تعالیٰ کے وجود کا ثبوت ہے عقل سے قطعاً نہیں ہوسکتا ہے۔ اسی لئے تو بہت سے دنیاوی عالم منکر خدا ہیں اوراگرکچھ ہوسکتا ہے تو وہی قول سید صاحب کا ہے کہ کوئی ہے عقل سے کچھ نہیں کھلتا کہ کون ہے اورکیسا ہے کسی کی عقل نے کہا کہ ہمہ اوست ہے دوسرے کی عقل نے کہا کہ ہمہ از اوست ہے اورجب ہم نے عقلاً بنظر تسامح اُس کے وجود کا اقرار بھی کیا توپھر اُس کی وحدت وکثرت پر دلیل عقلی جو قطعی ہو کہاں ہے۔ یہ دلیل کہ عقلوں کا سلسلہ ہر معلول کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اورچاہیے کہ یہ سلسلہ کہیں ٹوٹ جائے اورکوئی علتہ العلل نکلے اوروہی واحد خدا ہوگا اس دلیل سے وحدت نہیں ثابت ہوسکتی اس سے تو صرف اُس کے وجود پرکچھ احتمال سا نکلتا ہے کیونکہ وہ جو علتہ العلل ہے احتمال ہے کہ وہ چند کامل اورمساوی درجے کے اصول ہوں تمام علتوں کے تب اُس علتہ العلل کی وحدت کا یقین دلیل بالا سے دس وتین کی کمی بیشی کے یقین کی مانند ہرگز نہیں ہوتا ہے ہاں ایک اور دلیل عقلی قرآن میں خدا کی وحدت پر لکھی ہے پر وہ بھی ناقص دلیل ہے چنانچہ لکھا ہے کہ (لوکان فھیما الھتہ الا اللہ لفسدتا) اگر آسمان وزمین میں کئی خدا ہوتے سوا ایک اللہ کے تو زمین آسمان دونوں برباد ہوجاتے ۔ کوئی پوچھے کہ کیوں برباد ہوجاتے تو تفسیر کہتی ہے کہ دوعملی کے سبب سے فساد برپا ہوجاتا مخالف کہہ سکتا ہے کہ یہ کیا ضرور ہے کہ اُن میں اختلاف مضر بھی ہوتا مغائرت کو ایسا اختلاف لازم نہیں ہے اگر حضرت محمد کے کمان میں مغائرت صرف اختلاف رائے ہی کا نام ہے تو کیا وہ سب خدا پارلیمنٹ کے موافق کثرت رائے پر حکم نہیں دے سکتے تھے اچھا اس کو جانے دو دنیا کی طرف دیکھو کہ کیسے تبدیلات اورتغیرات اورعجایب حادثے نظر آتے ہیں فاریس لوگ کیوں نہ سچے ہوں جو اھرمن ویزداں کے قائل ہیں۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ کئی شخص ہوں جو صفات اور ذات اور قدرت ورائے میں اتحاد رکھتے ہوں حاصل کلام آنکہ کوئی دلیل عقلی وحدت وکثرت کے ثبوت میں قطعی نہیں ہے صرف احتمالی خیالات کا نام دلائل عقلیہ رکھ لیا ہے اس بحث میں۔

تب یہودی کا کیا قصور ہے کوئی دلیل عقلی وحدت اور کثرت پر اسی دنیا میں موجود ہی نہیں ہے جو وہ سنا سکتا۔

اورجب اُ سنے جس کو عقل کہتی ہے کہ کوئی ہے موسیٰ کومعلم کرکے بھیجدیا اوراپنی خاص قدرت وحکمت اُس میں ظاہرکرکے ثابت کیا کہ موسیٰ خدا کی طرف سے سچا معلم ہے تب موسیٰ کا قول اس معاملہ میں ہزار دلائل احتمالہ سے بہتر ہے یہودی نے خوب کہا کہ موسیٰ کے بتلانے سے میں خدا کو ایک جانتاہوں۔

اسی طرح ہم عیسائی بھی کہتے ہیں کہ بہدایت انبیاء ہم سب دینی اصول کے قائل ہیں کیونکہ یہ سب اہل عقل دینی عقائد اصولیہ کے بارہ میں عقل کی گمراہی کے درمیان بھٹکتے ہوئے نظر آتے ہیں ہماری عقل ہی حکم دیتی ہے کہ اُن کی سنگت ان امورمیں چھوڑواورانبیاء کے ساتھ ہولو وہاں الہٰی حکمت ہے۔

قولہ عیسائی بولا کہ غلط خدا تی ہیں اورمجھ کو اس پر کامل یقین ہے اس لئے کہ یوحنا نے یونہیں بتایا ہے۔

اس قول میں جو عیسائی کی طرف منسوب ہے کچھ تصرف ہے عیسائی نے یوں توہرگز نہ کہا ہوگا پر جس طرح اُس نے کہا ہوگا اُس کے کتب عقائد سے دریافت ہوسکتا ہے (عیسائی بولا غلط) یعنی خدا کا ایک ہونا غلط بات ہے یا موسیٰ کاخدا کو ایک بتلانا غلط ہے۔

واضح ہو کہ شروع سے آج تک سب عیسائی ایک خدا کے قائل ہیں انجیل میں جا بجا لکھاہے کہ خدا ایک ہے پر سید صاحب عیسائیوں پر تہمت لگاتے ہیں کہ وہ وحدت اللہ کے قائل نہیں ہیں شاید یہ اسلئے ہے کہ اُنہیں عوام کی نظروں میں حقیر کریں۔ ہم تو موسیٰ کی تعلیم کو کہ خدا واحد ہے ہرگز غلط نہیں کہتے پر اُس پر ایمان رکھتے ہیں کہ اگر کوئی عیسائی وحدت الہٰی کا قائل نہ ہو وہ عیسائی نہیں ہے (خدا تین ہیں) یہ دوسری تہمت ہے ہم تویوں کہتے ہیں کہ وحدت میں تین اقنوم ہیں یہ نہیں کہتے کہ تین خدا ہیں دیکھو ہمارا وہ عقائد نامہ یا ایمان کاکلمہ جو اتھاناسیس کا عقیدہ مشہور ہے اورہمارے سب گرجوں میں بڑے بڑے تیوہاروں کے وقت جب عام جماعت حاضر ہوتی ہے عین نماز کے درمیان وہ سنایا جاتا ہے اُس میں یہ فقرہ بھی لکھا ہے (کہ دین جامع سے ہمیں یہ کہنا منع ہے کہ تین خدا یا تین خداوند ہیں)۔

پس وحدت میں تثلیث کا قائل ہونا اور بات ہے اور تین خدا کہنا اور بات ہے۔اُسی عقیدہ میں یہ فقرہ بھی لکھا ہے کہ (باپ خدا بیٹا خدا اور روح القدس اور خدا تو بھی تین خدا نہیں مگر ایک خدا)اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ماہیت ہے جس میں تین شخص ہیں نہ اُس کے افراد مگر کامل ماہیت ہر ایک اپنے اندر رکھنے والا ہے اُن میں تقدم وتاخر نہیں اورجیسے اُن کی ماہیت واحد ہے ویسے ہی اُن کی طاقت اورمرضی وزندگی بھی واحد ہے صرف ایک شخصی فرق ہے جو بیان سے باہر ہے اورفہم سے بلند ہے۔عیسائی آدمی تو بشدت وحدت الہٰی کا قائل ہے مگر اُسی وحدت کو مانتا ہے جس کا بیان بائبل میں ہے عقلی وحدت کا وہ قائل نہیں ہے وہ خدا کو اپنی عقل کے ہاتھ سے تراشنا نہیں چاہتا مگر جیسا وہ ہے ویسا اُس کے اُس کے کلام سے دریافت کرکے قبول کرنا چاہتا ہے۔

(مجھ کو اس پر کامل یقین ہے)یعنی وحدت الہٰی کی نفی پر اورتین خداؤں کے موجودہ ہونے پر۔ یہ تیسری تہمت ہے کیونکہ کسی عیسائی کو وحدت الہٰی کی نفی پر یقین نہیں ہے وہ تو اُس کا بدل وجان اقرار کرتا ہے (کیونکہ یوحنا نے یو نہیں بتایا ہے)یعنی یوحنا نے یہ بتایا ہے کہ ایک خدا ہرگز نہیں ہے لیکن تین خدا ہیں یہ چوتھی تہمت ہے۔

اب ناظرین انصاف سے کہیں کہ کیا یہ باتیں اسی طرح سے ہیں سید صاحب ہماری زندگی میں ہمارے منہ پر کہتے ہیں کہ تم ایسے کہتے ہو حالانکہ ہم ایسی باتیں خیال میں رکھنا کفر جانتے ہیں نہ یوحنا نے کہیں ایسا سکھلایا ہے کہ تم وحدت کا انکارکرو اورتین خداؤں کے قائل ہو جاؤ شاید سید صاحب عیسائیوں سے ناراض ہیں اس لئے اُن کے مسائل کا ذکر بے احتیاطی اور بے پروائی سے کرتے ہیں کہ ایک اور ہی مضمون اُن کے مُراد کے خلاف اپنی طرف سے تصنیف کرکے اُن کے سرپر رکھنا چاہتے ہیں۔

اب کیا کرینگے جب ہم نے اُن کی ایسی بے احتیاطی ایک فرقہ کے عقائد کی نقل میں دیکھ لی تو اوراوراقوال جو وہ کہیں سے نقل کرینگے بغیر منقول عنہ سے دریافت کئے ہم بے تامل سید صاحب کی دیانت اورتحقیق پر بھروسہ کرکے کب قبول کرسکتے ہیں میں نے ان کا حال نہ صرف اسی مقام پر ایسا پایا ہے لیکن اور بے احتیاطیاں بھی اُن کی تصانیف میں دیکھی ہیں انشاء اللہ موقع بموقع اُن کا ذکر ان رسائل میں آئے گا۔

اب میں بتلاتا ہو نکہ اُس عیسائی نے اُس یہودی کو کیا کہا تھا اُس نے یوں کہا تھاکہ بیشک خدا تعالیٰ ایک ہی جیسے کہ موسیٰ نے اورسب نبیوں نے اورسیدنا مسیح نے اوراُس کے حواریوں نے بھی اس پاک عقیدہ پر گواہی دی ہے مگر وحدت الہٰی میں تین اقانیم ہیں جو منافی وحدت کے نہیں ہیں اوریہ سرِعظیم انجیل شریف میں مسیح سے اورحواریوں سے صراحتہً اورکُتب عہد عتیق میں کہیں اشارہ اورکہیں دلالتہً بیان ہواہے۔

قولہ جب ایک شی کے یقین یا علم ہی میں اختلاف ہے تو وہ یقین ہی نہیں ہے۔پھر کیونکر ایسا مختلف یقین ہوا۔

(اختلاف ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودی ایک خدا کا اورعیسائی تین خدا کا قائل ہے ایسا اختلاف توہرگز نہیں ہے یہ تواُن کے غلط مقدمات مذکورہ کا غلط نتیجہ ہے کیونکہ تثلیث کا اعتقاد وحدت الہٰی کی مخالفت پر عیسائیوں میں نہیں ہے وہ تو وحدت میں تثلیث کے قائل ہیں پس یہودی کے ساتھ وحدت میں تو متفق ہیں پراُس وحدت میں تثلیث کا اقرارکرکے وحدت کے بھید کا زیادہ انکشاف اور عرفان الہٰی میں ترقی کا اظہارکرتے ہیں اختلاف توجب تھا جبکہ وحدت کا انکا رکرکے تثلیث کے قائل ہوتے پر اب یہ ایک نہایت دقیق مسئلہ ہے نہ اختلاف۔

اوریہ کہنا کہ (جب ایک شے کے یقین یا علم ہی میں اختلاف ہے تو وہ یقین ہی نہیں ہے)اس کا مطلب یہ معلوم ہوتاہے کہ مسئلہ اختلافی میں اپنی رائے پر جانبین کو یقین نہیں ہوا کرتا ہے اوراگروہ مدعی یقین کے بھی ہوں تواُن کا یقین یقین نہ سمجھا چاہیئے۔

اگریہ کلیہ درست ہے تو بڑی مشکل لازم آئیگی کیونکہ کوئی بھی مسئلہ دنیا میں ایسا نہ ہوگا جس میں آدمیوں کی عقل نے اختلاف نہ ڈالا ہو پس اختلاف کی جہت سے اُن کی نسبت جویقین دیکھے جاتے ہیں انہیں یقین نہ کہنا چاہیے۔

(پھر کیونکراُن کو ایسا مختلف یقین ہوا)اوپر کے بیان کی نسبت یہ سوال اوربھی زیادہ لطیف ہے پر جواب اس کا یہ ہے کہ انہیں ایسا مختلف یقین اس لئے ہوا ہے کہ یہودی نے صرف عہد عتیق سے جوسیکھا ہے وہ وہی بات یقین کے ساتھ بولتا ہے اورعیسائی نے عہد عتیق کے ساتھ اُس کی الہامی تفسیریعنی عہد جدید کوبھی پڑھا ہے اورقبول کرلیا ہے اس لئے عیسائی میں یہودی کی نسبت زیادہ روشنی ہے تب وہ

وحدت میں تثلیث کا بھی قائل ہے یہاں علم کی ترقی کی نسبت معرفتِ الٰہی میں بھی ترقی ہے وہاں علم کی کوتاہی سے معرفت میں کوتاہی ہے پرہر ایک ان میں سے جس نے جتنا پایا اُس پر قائم ہے یہ وجہ معقول اختلاف کی ہے اورمنبع اس اختلاف کا وہی انسان کی عقل ہے جس کو سید صاحب صرف اکیلا رہنما قراردیتے ہیں۔

خدا کا کلام یہ اختلاف پیدا نہیں کرتا ہے ہمارے ہاتھ میں عہد عتیق وجدید ہر دوہیں اُس کو پڑھ کر ہم بے رو رعایت کہہ سکتے ہیں کہ ہر دوعہد کی کتابوں میں وحدت فی التثلیث کا ذکر ہے پھر ایک یہودی آدمی کے اختلاف ڈالنے سے ہم کب کہہ سکتے ہیں کہ فی الحقیقت ایک شی کے علم میں اختلاف ہے جب اُس یہودی کی کتاب ہمارے ساتھ متفق ہے اوراُس قوم سے لاکھوں یہودی بھی متفق ہیں توپھر اُن بعض کے اختلاف سے جنکی وجوہات اختلاف بھی ہمیں ہیں کہ لچر ہیں کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک شی کے علم میں اختلاف سمجھا جائے۔

ایک شے کے علم میں اختلاف اُس کو کہتے ہیں کہ جیسے نیچری لوگ ہیں بعض تو کہتے ہیں کہ بعض اُس کو حادث بتلاتے ہیں اورکوئی علته العلل کا قائل ہے اورہر مدُعی اپنے پاس دلائل عقلیه احتمالیه کچھ رکھتا ہے اوراپنے اپنے صحیفته الفطرت میں سے الگ الگ پڑھنت پڑھ کر سناتا ہے یہاں کہنا چاہیے تھاکہ جب ایک شی کے علم ہی میں اختلاف ہے توپھر سید صاحب کو اُس کی نسبت ایک خیال پر کیونکر یقین ہوگا۔ تو بھی میں یوں کہتاہوں کہ ہر کوئی اپنے خیالات پر یقین رکھتا ہے اُس کے یقین کی بنیاد خواہ صحیح ہو یا غلط۔

قولہ اُن کو نہ خدا کے ایک ہونے پر یقین ہے اورنہ تین ہونے پر بلکہ اُن کو تواس بات پر یقین ہے کہ موسیٰ اوریوحنا نے ایسا کہا ہے۔

انہیں غلط مقدمات کے غلط نتائج میں سے ایک یہ بھی غلط نتیجہ ہے ایک طرف تو سید صاحب نے وحدت مجرد کو رکھ لیا ہے اور دوسری طرف محض تثلیث کو جو مجرد عن الوحدت ہے رکھ لیا ہے اورجو چاہتے ہیں سو کہتے ہیں۔اوریہ بھی خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ وحدت وتثلیث پر یہودیوں اورعیسائیوں کو یقین ہی نہیں ہے پر موسیٰ ویوحنا کے کہنے پر یقین ہے اورآپ ہی اُن کے قول نقل کرتے ہیں کہ وہ موسیٰ ویوحنا کی تعلیم کے قائل ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہونا

تھاکہ وہ دونوں وحدت وتثلیث پریقین رکھتے ہیں نہ یہ کہ نہیں رکھتے۔

موسیٰ ویوحنا پر یقین رکھنا اس کے یہ معنی ہیں کہ انہیں پیغمبربرحق جانتے ہیں اوران کی ہدایت کوالہامی ہدایت قبول کرتے ہیں پھراُن کے بتلانے سے وحدت وتثلیث پر دلی یقین کا ہونا جوپہلی تصدیق کا نتیجہ تھاکیوں معدوم ہوگیا۔

قولہ یہودی بولا موسیٰ نے خدا سے باتیں کیں لکڑی کو سانپ بنایا پھراجس نے جو کہااُس میں کیا شک ہے۔

سید صاحب نے اہل اسلام کا وہ عقیدہ بالکل چھوڑ دیا ہے کہ سچے پیغمبروں سے معجزات ظاہرہوئے ہیں اوراُن کے منجانب اللہ ہونیکی یہ دلیل ہے اسی لئے تو وہ یہودی کے منہ سے فرضاً چند سبک الفاظ سناکراس خیال کی تحقیرکرتے ہیں پر میں اس مقام پرتو چپ کرجاتاہوں کسی آئندہ رسالہ میں جب معجزات پر بحث ہوگی تو اپنا خیال ظاہرکرونگا توبھی یہاں اتنا کہتاہوں کہ ہر معلول کی علتوں کا سلسلہ دیکھ کرنامعلوم علتہ العلل کا احتمال یا یقین اگرسید صاحب کو کرنا ہے جائز ہے تواس کے کیا معنی ہیں کہ کسی خاص معلول (یعنی معجزات موسیٰ وغیرہ) کے ساتھ بلاسلسلہ علل کے صرف علتہ العلل کا ہونا اگرکہیں پایا جائے جیسا کہ تواریخ معتبرہ سے ثابت ہے تو وہ یہودی کےلئے زیادہ یقینی بات کیوں نہ ہوسکیگی۔

قولہ عیسائی بولا کہ عیسیٰ نے مرُدوں کو جلایا مارنے سے بھی نہ مرا بلکہ قبرمیں سے اٹھ کرآسمان پرچلاگیا پھراُس کے خدا ہونے میں کیا شک ہے۔

(عیسیٰ نے مرُدوں کوجلایا)یہ تو درست ہے ضرور اُس نے ایسا کیا اوراپنی ذاتی قدرت سے ایسا کیا اوریہ قدرت سوا خدا کے کسی غیر میں نہیں ہے اورمحال ہے کہ ہو ۔ پر(مارنے سے بھی نہ مرا) یہ خیال عیسائیوں کے نزدیک کفر ہے ہم ایمان رکھتے ہیں اس بات پرکہ سیدنا مسیح صلیب پر ضرور مرگئے اوراس کی موت کا انکارآدمی کے لئے دوزخ میں ابدی سزا کا باعث ہے میں نہیں جانتاکہ سید صاحب کیوں عیسائیوں پرتہمت لگاتے ہیں کہ مسیح مارنے سے بھی نہ مرا تھا حالانکہ یہ خیال مسلمانوں کا ہے یہ سید صاحب اپنے اعتقاد کو عیسائیوں کا اعتقاد بتاتے ہیں(بلکہ قبر سے اٹھ کر آسمان پرچلاگیا) اگروہ نہیں مرا تھا توقبرمیں کیوں رکھا گیا تھا مسیح تو قبر میں دفن ہوا تھا کیونکہ وہ یقیناً مرگیا تھا اور

تیسرے دن تک اُس کی لاش قبر میں رہی تھی جب تیسرا دن آیا تو وہ جی اٹھا اورجی اٹھ کر فوراً آسمان کو نہیں چلا گیا بلکہ چالیس دن تک پھر دنیا میں رہا اور اُس نے اپنے آپ کو عیسائیوں پر ظاہر کیا اوراُن کے ساتھ کھایا پیا اورقریب پانچ سو آدمی کے تھے جنہوں نے ایک باردیکھا اوروہ بارہ دفعہ اس عرصہ میں شاگردوں سے ملنے کوآیا پھرآسمان پر تشریف لے گیا صحابیوں کے سامنے۔

پس ان واردات سے اوراُس کی تمام لائف یعنی حالات زندگی پر غورکرنے سے اوراُس کے دعوےٰ سے کہ میں اورباپ ایک ہیں اوراُس کی قدرت سے جوخدا ہی سے قدرت ہوسکتی ہے یہ صحیح نتیجہ نکلا ہے کہ وہ اپنے دعوے کے موافق ضرور اللہ تعالیٰ کا بیٹا تھا جلال جلالہ اُس میں انسانیت اور الوہیت جمع ہیں۔

مُردوں کا جلانا اورخود مرکر جی اٹھنا اوراُس کے تمام واقعات جن سے اُس کی الوہیت کا ثبوت ہے وہ سب معلولات ہیں جنکی علتوں کا سلسلہ نیچرکے مطابق نہیں ہے لیکن خود علتہ العلل اُن معلولات کی علت تھا بموجب اُس معتبر تواریخ کے جس کو خود دیکھنے والوں نے لکھا اورجن لوگوں کے درمیان وہ واقعات ظہور میں آئے تھے اُنہیں کے منہ پر کھڑے ہوکر علانیہ منادی کی کہ تمہارے درمیان یہ یہ کام عمل میں آئے ہیں اورسننے والے لوگوں نے انکارنہ کیا بلکہ ہزاروں نے اُن سامعین میں سے قبول کرلیا اوراپنی جانیں بھی نثارکردیں تب اُن معلولات کے وجود میں توکچھ شک ہی نہ رہا اورچونکہ وہ سب معلولات سلسلہ علل فطریہ سے معرا تھے۔ اس لئے اُن کی علت وہی تھا جس سے وہ ظہور میں آئے اوروہ سیدنا مسیح تھا جو علتہ العلل ہے پس عیسائی نے کیا قصورکیا جوعلتہ العلل کو خدا کہا۔

ہاں فرق اتنا ہے کہ سید صاحب علتہ العلل کو سلسلہ علتوں کے فرضی انجام پر احتمال کے پردہ میں مقید سمجھتے ہیں ایساکہ وہ وہاں سے کبھی نکل ہی نہیں سکتا پر عیسائی کہتا ہے کہ وہ ہم سے ملا تھا اوراُس نے وہ کام کئے جو سوائے اُس کے اورکوئی کرہی نہیں سکتا۔

قولہ پہلے تو میں شک میں پڑا کہ دلیلیں تواچھی ہیں۔

ان دلیلوں نے سید صاحب کو شک میں ڈال دیا ایساکہ انہیں کہنا پڑا کہ دلیلیں تو اچھی ہیں۔ مگرپھر اُنہیں وہ

دلیلیں ناکارہ معلوم ہوئیں صرف اس دلیل سے جونیچ بیان کرتے ہیں۔

قولہ مگرپھر مجھے خیال آیا کہ اُن کوتو خدا سے موسیٰ کے باتیں کرنے پر اورلکڑی کو سانپ بنانے پر اورعیسیٰ کو مُردوں کو جلانے پر اورخود جی اٹھنے پریقین ہے خدا کے ایک یا تین ہونے پریقین نہیں ہے۔

یہ وہ خیال ہے جس نے سید صاحب کواُس شک میں سے نکالا ناظرین خود انصاف سے کہیں کہ اس خیال کا کچھ سروپا ہے یا نہیں ہمیں تواس میں کوئی جاندار بات نظرنہیں آتی مگردومہمل باتیں نظرآتی ہیں اول آنکہ خدا ایک ہے یا تین ہیں۔لفظ یا سے جوتردید ہے یہ سید صاحب ہی کی غلطی ہے کیونکہ اُن دونوں کے گمان میں خدا ایک ہی ہے پروہ جواُن میں تثلیث کا قائل ہے اُس نے وحدت کو نہیں چھوڑدیا ہے تاکہ (یا تین) کہنا جائز ہو دوئم آنکہ اُس یہودی وعیسائی کو صرف موسیٰ وعیسیٰ کے معجزات پر یقین ہے پر اُن کی ہدایتوں پریقین نہیں ہے یہ بھی مہمل بات ہے۔

قولہ ان مباحثوں کے بعد میں نے یقین کیاکہ علم یا یقین یا ایمان حاصل کرنے کا وسیلہ صرف عقل ہے۔

مباحثے جو اوپر مذکورہیں یقیناًغلطیوں سے بھرپورہیں چنانچہ میں ظاہرکرچکا پھر اُن کا نتیجہ نہیں ہے کیونکہ سید صاحب نے پہلے تو یہودی وعیسائی کے درمیان وحدت وتثلیث کا فرق دکھلایا۔ پھر کہا کہ وحدت وتثلیث کا خیال اُن میں پیدا ہواہے موسیٰ ویوحنا کی تعلیم سے ۔ پھر کہا کہ یہودی موسیٰ کوکلیم اللہ سمجھ کرمعتبرجانتے ہیں اورعیسائی مسیح کو خدا جانتے ہیں احیاء اموات کی قدرت کی سبب سے پھران مقدمات کا نتیجہ یہ نکالا کہ صرف عقل کی ماننی چاہیے اورکسی کی ماننی نہیں چاہیے پس مقدمات مذکورہ کو نتیجہ سے کیا نسبت ہے وہی نسبت ہے جو ذیل کی شکل میں ہے کہ محمدی یوں کہتے ہیں عیسائی یوں کہتے ہیں ہندویوں کہتے ہیں پر ہم تواپنی عقل ہی کی مانینگے جیسے حضرت محمد نے بھی کہیں قرآن میں ایسا کہا ہے کہ (یہودی یوں کہتے ہیں عیسائی یوں کہتے ہیں عرب کےلوگ یوں کہتے ہیں خدا ہی ان میں انصاف کریگا قیامت کے دن) پرمیں وہی مانونگا جو میرے ذہن میں آئی ہے۔

قولہ عقل پر غلطی سے محفوظ رہنے کا کیونکر یقین ہو۔ میں نے اقرارکیاکہ حقیقت میں اُس پریقین نہیں ہوسکتا

مگر جب عقل ہمیشہ کام میں لائی جاتی ہے تو ایک شخص کی عقل کی غلطی دوسرے شخص کی عقل سے اور ایک زمانہ کی عقلوں کی غلطی دوسرے زمانہ کی عقلوں سے صحیح ہوجاتی ہے۔

چونکہ را ت دن عقلی انتظاموں اور خیالوں میں غلطیاں بھی دیکھی جاتی ہیں اور اب سید صاحب نے دین ایمان کا مدار بھی اُسی پر قائم کیا ہے اس لئے اُنہیں ضرور ہوا کہ اُس پر یقین کی صورت دکھلائیں سو وہ کہتے ہیں (حقیقت میں اُس پر یقین نہیں ہوسکتا ہے) اسی کے اوپر کہہ چکے تھے کہ علم یا یقین یا ایمان حاصل کرنے کا وسیلہ صرف عقل ہے اب کہتے ہیں کہ عقل پر حقیقت میں یقین نہیں ہوسکتا ہے ضرور اُس میں غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔

پھر وہ ایک صورت اُس پر بھروسہ کی بھی دکھلاتے ہیں جس کے سننے کا میں بہت مشتاق تھا اور وہ یہ ہے (کہ ایک شخص کی عقل کی غلطی دوسرے شخص کی عقل سے اور ایک زمانہ کی عقلوں کی غلطیاں دوسرے زمانہ کی عقلوں سے صحیح ہوجاتی ہیں)۔

میں کہتاہوں کہ ایسی اصلاح امور دنیاوی میں کچھ حارج نہیں ہے مگر ایمان کی بنیاد ایسی چیز پر نہیں ڈال سکتے ورنہ پہلے لوگ غلطی میں مرینگے اور دوسرے جو اصلاح کرنے والے پیدا ہونگے ممکن ہے کہ وہ بھی غلطی پر ہوں اُن کی اصلاح اُن کے بعد والے کرینگے تب پچھلے بھی غلطی میں مرے اور جب کبھی مصلح سامنے ہوکر اصلاح دکھلائینگے تواُن کی اصابت کا یقین کہاں سے پیدا ہوگا۔ اوریہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ زمانہ ترقی کو چھوڑکر تنزل اختیار کرے۔

اگر خدا نے کوئی دین ایمان سچا آدمیوں کو بخشا ہے تو چاہیے کہ اُس کے صحیح اصول شروع ہی میں عنائت کئے ہوں کہ روحوں کا مسکن ہوں خواہ انسان ناقص العقل کی سمجھ میں آئیں یانہ آئیں پر ہر زمانہ کے لوگ اُن سے برابر مستفید ہوسکیں اورسب کی ضرورت روحانی اُنسے رفع ہوسکے اُن کو چھوڑکریا اپنی عقل کو اُن میں بیجا دخل دیکر اگر کوئی آدمی ہلاک ہوجائے تویہ اُس کی مرضی ہے مگر خدا سے تو ضرورت ایسے پختہ اصولوں کی ہرزمانہ میں سب کو برابر ہے دیکھو آدم اول کو جو اصول دین شروع میں دئیے گئے تھے انہیں اصولوں پر دین عیسائی اب موجود ہے۔

پر آپ جو عقل انسانی کو جس کی اصابت میں آپ کو بھی شک ہے ایمان کی بنیاد میں بے وضع ڈالتے ہیں یہ بنیاد تو کچی ہے ہزارہا بنیادیں آگے اس پر بن بن کر گر پڑی ہیں اوراب آپ فرماتے ہیں کہ ایک کی اصلاح دوسرے سے ہوئی اس کے معنی یہی ہیں کہ تمہارے کچے ایمان ہمیشہ گرتے پڑتے رہینگے اورجو کچھ کہ مانتے ہو اپنی عقل کے حکم سے اُس کی بابت ہمیشہ شک میں رہا کرو۔

دیکھو اس تعلیم میں کیسی بربادی اور نا اُمیدی اور روحوں کی ہلاکت نظر آتی ہے کلکتہ کے بنگالیوں نے جو ہندؤں میں سے ایک فرقہ برھموسماج نکلا ہے یہ راہ جو سید صاحب دکھلاتے ہیں نکالی تھی تاکہ اُن کے لوگ الہام پر فریفتہ ہوکر اوراُن کی قوم میں سے نکل کر عیسائی نہ ہوجائیں وہی تعلیم اب سید صاحب مسلمانوں کو دیتے ہیں اوراُن میں جہاں تک کچھ بھی سچائی ہے وہ بھی اُن کے خیالوں میں سے نکالتے ہیں پس ناظرین کو بہت ہوشیار ہونا چاہیے۔

قولہ مگر جب علم یا یقین یا ایمان کا مدار عقل پر نہ رکھا جائے تو اُس حاصل ہونا کسی زمانہ اورکسی وقت میں بھی ممکن نہیں۔

یہ عجیب فقرہ ہے آپ ہی فرماتے ہیں کہ عقل پر فی الحقیقت غلطی سے محفوظ رہنے کا یقین نہیں ہوسکتا۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر وہی عقل مدارعلم ویقین وایمان کا نہ ہو تو علم یا یقین وایمان کسی زمانہ میں بھی حاصل ہونا غیر ممکن ہے۔

میں کہتا ہوں کہ دنیا کے شروع سے ہر زمانہ میں بغیر دلائل عقلیہ کے صرف الہام پر اہل کتاب نے یقین وایمان دکھلایا ہے اور غیر اہل کتاب یا جاہل آدمیوں نے اپنے پیروں فقیروں کی ہدایت پر ایسا یقین اورایمان دکھلایا ہے کہ اہل عقل کو نہ کبھی ایسا یقین وایمان حاصل ہوا ہے اورنہ ہو گا تب فقرہ بالا کا مطلب کیا ہے۔

قولہ کیا عقل سے بڑا کوئی اوررہنما ہونا ناممکن ہے جو عقل کو بھی شکست دے ہم کو اُس سے واقفیت نہ ہونی اُس کے معدوم ہونیکی دلیل نہیں ہے۔

اس میں کنایہ ہے الہام برحق کی طرف کیونکہ یہ مشہوربات ہے خصوصاً اہل کتاب میں کہ عقل سے بڑا رہنما خدا کاکلام ہے اورہم جو عیسائی ہیں صاف کہتے ہیں کہ عقل انسانی اپنے حد میں کام کرتی ہے اپنے حد سے باہر نا چارہے اُس

کو خدا کے کلام نے ناچارکرکے اپنا مطیع کیا ہے اورایسی تسلی بخش اور مفید ہدایتیں الہام ہی نے کی ہی نکه ابتک کوئی عقلمند اُس سے بہتر بات اپنی عقل سے نہیں بول سکا سید صاحب کہتے ہیں کہ ہم اُس سے ناواقف ہیں اوریہ سچ بات ہے لیکن اگر کوئی اُس رہنما سے واقف ہونا چاہے تو فروتنی سے بائبل کو پڑھے کیونکہ خدا تعالیٰ صرف فروتنوں کو فضل بخشتا ہے۔

قولہ مگر ایسے رہنما کے موجود ہونے کے احتمال سے ہمارا کام نہیں چلتاہم کو اُس کے موجود ہونیکا علم ویقین چاہئے اوریہ تونہیں ہے تو عقل کے سوا اورکوئی رہنما بھی نہیں ہے۔

یہ سچ ہے کہ احتمال سےکام نہیں چلتا اورتمام دلائل احتمالیہ یقین کےلئے مفید نہیں ہیں ۔ اسی واسطے ہم عیسائیوں نے دین کی بڑی باتوں کے بارہ میں عقلی رہنمائی کو جو احتمالی رہنمائی ہے یقین کےلئے مفید نہیں سمجھا ہے اور خدا کی طرف رجوع کیا ہے کہ اُس کا کلام یقین کےلئے زیادہ تر مفید ہے سوہم عیسائیوں کو علم ویقین اس بات کا حاصل ہے کہ عقل سے بڑا رہنما بائبل کے درمیان یعنی الہام موجود ہے اوراس کا علم ویقین اس طرح سے پیداہوا ہے کہ دنیا کے لوگوں کے خیالات کو ہم نے آزمایا ہے اوراہل عقل کے خیالات کو دیکھا ہے اورہمیشہ جوکچھ اُن میں سے نکلتا ہے اُسے بھی دیکھتے رہتے ہیں اوردیگر اہل مذاہب کے خیالوں کو بھی پرکھا ہے اوراپنی ظاہری وباطنی حالت سے اور دنیا کے حال سے بھی واقف ہیں اورخدا کی دانائی اورکاریگری بھی حتی المقدورمعلوم کی ہے اوربائبل کو بھی پڑھا ہے اوربائبل کے مخالفوں کی تقریروں سے بھی آگاہ ہیں اس ساری واقفیت کے بعد ہمارے دلوں میں یقین پیدا ہوگیا ہے کہ ضروربائبل میں الہام برحق موجود ہے جو خدا سے سارے جہان کی ہدایت کےلئے دیا گیا ہے۔ پس عیسائیوں کے لئے اوراُن سب کےلئے بھی جو بعد صحیح تلاش کے بائبل میں الہام پاتے ہیں ایسے رہنما کا احتمال ہی نہیں بلکہ اُس رہنما کے موجود ہونے کا یقین اورعلم ہوتا ہے تب ہی تو بائبل پر ایمان لاتے اور جانثاری کرتے ہیں اورکوئی چیزنہیں پاتے کہ ہمیں اُس سے جداکرے پس یہ حالت احتمال پرنہیں ہے مگریقین واقع پر۔

(پر یہ تونہیں ہے)یعنی سید احمد خاں صاحب کو علم ویقین اس بات پرنہیں ہے کہ عقل سے بڑا رہنما کوئی ہو

اُن کو صرف احتمال ہے جو عقل سے پیدا ہوا ہے تب ضرور
اُن کےلئے عقل سے بڑا اورکوئی رہنما بھی نہیں ہے اوراُن امور
میں جہاں عقل کی رسائی نہیں اُن کے اندھیرا رہتا ہے۔

قولہ خواب اور بیداری کی حالت پر غورکرنے سے
ممکن ہے کہ کوئی اورحالت بھی پیش آئے جو ہماری حالت
بیداری سے رہی نسبت رکھتی ہو جوکہ ہماری بیداری خواب
سے نسبت رکھتی ہے۔ لیکن یہ احتمال ہے یقین کے لئے کافی
نہیں ۔ یقین چاہیے کہ درحقیقت کوئی ایسی بھی حالت ہے
کیونکہ یقین واحتمال میں بڑا فرق ہے ۔ پھر عقل کے سوا کوئی
اورذریعہ نہیں رہا۔

اس تقریر میں کنایتہً سید صاحب اُس اعتقاد کی
جڑاکھاڑنا چاہتے ہیں جواہل مذاہب کا ہے کہ بعد انتقال یا
قیامت کو کوئی اورحالت پر انسان کو پیش آنے والی ہے وہ
کہتے ہیں کہ خواب اوربیداری کی حالت پر فکرکرنے سے ممکن
تومعلوم ہوتا ہے کہ کوئی اورحالت بھی پیش آئے مگر امکان تو
احتمالی بات ہے جویقین کے لئے مفید نہیں ہے۔

ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ ہم نے جو سید صاحب
کے تصانیف کو دیکھا ہے سو اُس میں ہمیں اُنکے صدھا
خیالات احتمالی معلوم ہوئے ہیں جن پر اُنہوں نے اپنی تعلیم
کی بنیاد اورعمارت قائم کی ہے اُمید ہے کہ کہیں کہیں میں
ایسے مقام دکھلاؤنگا پر اُس وقت حفظ کرلینا چاہیے۔اس بات
کو کہ احتمالی خیال یقین کےلئے بقول اُن کے اور بقول
ہمارے بھی مفید نہیں ہے یہی تو بات ہے کہ ہم نے دین کے
اہم اموریا بنیادی عقائد کا مدار عقل پر نہیں رکھا کہ وہاں وہ
صرف احتمالی خیال پیش کرتی ہے اُن مقاموں پر ہم اپنے
خالق کی آواز سنتے ہیں اوراُس پر نسبت عقلی ہدایت کی زیادہ
بھروسہ رکھتے ہیں۔ پر سید صاحب کہتے ہیں کہ اُس کی آواز نہ
سنو پر وہاں صرف شکوک میں مرو اوراپنی عاقبت خراب کرو
اگر کوئی اس بات کو قبول کرسکتا ہے تو سید صاحب کی بات
مانے۔پھر کہتے ہیں کہ عقل کے سوا کوئی اورذریعہ نہیں رہا۔
کس بات کا ذریعہ نہیں رہا حالت آئندہ پر یقین یا عدم یقین کا
یعنی عقل نے تو صرف احتمال دکھلایا اوراحتمال سے کام
نہیں چلتا اس لئے اُس طرف تو محض اندھیرا رہا پس عقل
وہاں پر اندھیرے کا ذریعہ ہوئی ۔ اسلئے توہم کہتے ہیں کہ اس
ناقص رہنما سے جو عقل ہے بڑی ضروری باتیں حل نہیں

ہوسکتیں آؤ اُس عقل کے سامنے چلائیں جس نے اس ہماری عقل کو پیدا کیا ہے اور وہ اللہ ہے جو کچھ وہ کہے اسکی مانینگے۔

قولہ ممکن ہے کہ ورائے عقل کے کوئی اورطریقہ بھی ہو جس سے صورت یا کیفیت روح کی بدل جائے۔ اور وہی تبدیل یا ترقی آلہ حصول علم یا یقین یا ایمان کا ہو۔اوراس کیفیت میں اورپہلی کیفیت میں ویسا ہی فرق ہو جیسا ایک تندرست شخص میں اوراُس شخص میں جو صرف تندرستی حال سے واقف ہے۔

یہ کنایہ ہے ہم عیسائیوں کے اُس دعوے کی طرف جوہم کہتے ہیں کہ خدا کے فضل سے آدمیوں کی طبیعتیں بدل جاتی ہیں سید صاحب کہتے ہیں کہ عقلاً تویہ ممکن ہے اوراتنا ہی ہم چاہتے تھے کہ اُن کے منہ سے اس کا امکان سنیں۔

قولہ مگر تندرستی سے واقف ہونا بغیر تندرست رہے ممکن نہیں ہے۔

ممکن نہیں ہے یہ کہنا زیبا نہ تھاکیونکہ بار بار سید صاحب ممکن ہے ممکن ہے ایسے امور میں کہہ چکے ہیں جہاں مطلق علم اُن کو نہ تھا مثلاً اُنہوں نے کہاکہ ممکن ہے کہ کوئی ایسی حالت ہو یا ممکن ہے کہ کوئی اوررہنما عقل سے بالا ہو وہاں توعدم علم میں امکان کو جگہ دی یہاں امکان کے لئے بھی علم وقوف کو شرط بتلاتے ہیں اگراُس حالت کا علم ہی حاصل ہوگیا ہے توپھر امکان کیا ہے وہاں تو یقین ہی ہوجائیگا۔

میں یہ بھی کہتاہوں کہ بغیرتندرست رہے تندرستی کی حالت سے فی الجملہ تندرستی کا علم آدمیوں کو حاصل ہوسکتا ہے جو نہ صرف امکان مگر فی الجملہ یقین کا باعث ہوتاہے اشخاص متبدلہ کے مزاج واطوار سے اوراُن افعال وخیالات سے جواُن سے دیکھے جاتے ہیں بہ نسبت غیرمتبدلہ اشخاص کے پس عقلی امکان جس کے آپ بھی قائل ہیں اوروہ عمدہ آثارجو شخص تبدیل شدہ میں نمایاں ہیں مل کر غیر تبدیل شدہ اشخاص کےلئے فکر کا باعث تو ضرورہیں۔

قولہ صورت یا کیفیت روح کی تبدیلی کی حالت میں اس بات کی تمیزکرنے کےلئے دونوں حالتوں میں سے بیماری کی حالت کون سی ہے کیا چیز ہے۔

یعنی تمیزکرنے والی چیزکون سی ہے جوظاہرکرے کہ حالت متبدلہ اورحالت سابقہ میں کونسی اچھی حالت ہے۔

قولہ وہی تبدیل صورت یا کیفیت روح تو اُس کی ممیز ہو نہیں سکتی۔

میں کہتا ہوں کیوں نہیں ہوسکتی دو چیزوں میں مابہ الامتیاز ہے تو ممیز ہوتا ہے عقل تو صرف مابہ الامتیاز کو ٹٹولا کرتی ہے۔ایک پتھر کے ٹکڑے میں اورایک سونے کے ٹکڑے میں ہر دو کی خاصیت ہی مابہ الامتیاز ہے مگر مابہ الامتیاز کو آدمی عقل سے ٹٹولتا ہے۔

اور اس حالتِ متبدلہ میں تو روح اوراُس کی تمام صفات بھی تبدیل شدہ مفروض ہیں پس عقل بھی اُس میں وہ نہیں رہی جو پہلے تھی زیادہ منور ہوگئی ہے تب فتویٰ تبدیل شدہ عقل سے سننا ہوگا نہ اُس عقل سے جو تبدیل سے پہلے شک میں ڈال رہی تھی۔

قولہ لامحالہ دوسری چیز چاہیے اور وہ دوسری چیز بجز عقل کے اور کوئی نہیں ہے اس لئے مدار عقل ہی پر رہتا ہے۔

اگر اس ساری تقریر کو ہم قبول بھی کرلیں توبھی سید صاحب کا مطلب پورا نہیں ہوسکتا یہ جو کہتے ہیں کہ مدار عقل ہی پر رہتا ہے میں نے صفحہ ۱۹ پر مدار کے دومعنی دکھلائے تھے پہلے معنی کے موافق جو حقیقی معنی مدار کے ہیں سید صاحب کا مطلب نکلتا تھا سو تو یہاں چسپاں ہو ہی نہیں سکتے دوسرے معنی ضرور چسپاں ہوسکتے ہیں پر وہ ہمارے لئے مفید ہیں ناظرین خود فکر کرلیں۔

علاوہ ازیں سوچنا چاہیے کہ پہلے اُنہوں نے اس دلیل میں یوں کہا تھا کہ حصول علم یا یقین وایمان کا آلہ ممکن ہے کہ عقل کے سوا کوئی اورحالت بھی ہو جو انسان کی روح کو لاحق ہوجائے یعنی تبدیل کیفیت روح۔

پھر یوں کہا کہ حالت متبدلہ اورغیر متبدلہ میں ممیز صرف عقل ہی میں کہتا ہوں کہ اچھا صاحب ہے۔ مگر اُس آلہ مفروضہ کے کام کی نفی تو اس آپ کی تقریر سے نہ نکلی آلہ مفروضہ تو اپنا کام کرتا ہے کہ علم وجدانی اوریقین وایمان کا وسیلہ ہے۔ عقل صرف واہ واہ کرتی ہے تب یہ دو کام ہیں جو دوشخص سے ہوتے ہیں حالت متبدلہ اپنا کام کرتی ہے جیسے کہ ہم کہتے تھے اورعقل اپنا کام کرتی ہے یہ تو دو رہنما آپ نے خود خود ہی ثابت کردئیے۔آپ کا مطلب جب پورا ہوتا ہے کہ آپ کسی عقلی قطعی دلیل سے تبدیل حالت کو جو الہام کی ایک تاثیر ہے غیر ممکن ثابت کرسکتے ہیں فقط۔

اب میں ناظرین کو دو باتیں اور سناتاہوں اول آنکہ مدت مدید سے ہم عیسائی لوگ یہ دعویٰ رکھتے تھے کہ حضرت محمد کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ الہام عنایت نہیں ہوا ہے اپنی عقل سے اُنہوں نے قرآن کو تالیف کیا ہے اور بحیلہ الہام قبول کرایا ہے مگرہمارے بعضے مسلمان بھائی یہ بات ہم سے سن کر خفا ہوتے تھے اب سید صاحب خود کہتے ہیں کہ عقل کے سوا اورکوئی رہنما نہیں ہے جس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ حضرت محمد نے قرآن اپنی عقل سے لکھوایا ہے کیونکہ اور رہنما تو کوئی نہیں ہے جو اُنہیں کچھ بتلاتا ہے اس بات کو میں دل وجان قبول کرتاہوں کہ قرآن کی عقلی ہدایت سے تالیف ہوا ہے مگر اتنی سچائی حضرت میں اور سب مسلمانوں میں تھی کہ وہ الہام کے قائل تھے صرف بحث یہی تھی کہ آیا قرآن میں وہ ہے یا نہیں۔ پر اب وہ سچائی کا خیال بھی مسلمانوں کے دلوں میں سے بدست سید صاحب کھنچا جاتا ہے یادکر و مسیح کے اُس قول کو کہ جس کے پاس کچھ نہیں ہے اُس سے وہ بھی جو اُس کے پاس ہے لے لیا جائیگا۔

دوم آنکہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ جو لوگ دنیا میں صرف عقل کے بھروسے پر ایمان کے بارہ میں بھی قائم رہتے ہیں اورالہام کے قائل نہیں ہیں وہ تذبذب میں زندگی بسر کرتے ہیں اور مرتے وقت بے اُمید مرتے ہیں دیکھو تہذیب الاخلاق جلد دوئم صفحہ ۸۲ کیونکہ ایمان سے جو نادیدنی چیزوں کا یقین ہے اُمید پیداہوتی ہے پر وہ لوگ نادیدنی چیزوں پر یقین نہیں کرسکتے کیونکہ وہ اپنی ناقص عقل کے غلام ہیں اوروہ فضل الہٰی پر بھی آسرا نہیں رکھ سکتے کیونکہ فضل الہٰی اُن کے خیال میں کچھ چیز نہیں ہے بلکہ اُنہیں خدا کی ہستی پر بھی شک رہتا ہے کیونکہ عقلی قطعی دلیل اُس پر نہیں ہے صرف احتمالی دلائل ہیں جو یقین کےلئے مفید نہیں۔لیکن موت کے وقت جب سارے عقلی خیال اڑجاتے ہیں اورروح اُن کے اتھاہ تاریک کنوئیں میں جو موت ہے ڈوبتے وقت قوی آسرا تلاش کرتی ہے اُس وقت اُس اللہ تعالیٰ کا نام جس کی بابت ہمیشہ عقل نے اگر مگر کی تھی یاد آتا ہے اور روح کانپتی ہے اورہائے ہائے کرتی ہوئی موت کے غار میں دھنس جاتی ہے اُس وقت ساری شیخیاں کرکری ہوجاتی ہیں اور سارے علوم ہیچ اور ساری تقریریں باطل اور سب شرافتیں ولیاقتیں برباد ہوتی ہیں کیونکہ بھاری تبدیل کا وقت آجاتا ہے اُس وقت عقل کی رہنمائی کیا ہوتی ہے۔

لیکن مومنین کے سامنے وہی الہام کی رہنمائی پیش آتی ہے کہ خدا کے نام کو تھام لے جس سے سب جہاں قائم ہے اُسی سے تیرے لئے بھلائی نکلیگی۔ یہ ایسا نازك وقت ہے کہ اس کا انتظام صحیح طورپر تمام زندگی بھر آدمی کوکرنا لازم ہے۔

اورسب سے بڑا انتظام اسکا یہ ہے کہ آدمی اپنے خالق سے صحیح نسبت یا صلح حاصل کررکھے پریہ کام صرف عقل سے نہیں ہوسکتا مگر جبکہ خدا کا فضل آدمی کی عقل کے شامل حال ہوجائے تب آدمی سلامتی کی راہ دریافت کرسکتا ہے اورالہٰی محبت اُس کے دل میں جاری ہوسکتی ہے اور خدا تعالیٰ اپنے آسرار اُس پر منکشف فرماتا ہے اوراُس کی روح کو خدا تعالیٰ کی روح چھولیتی ہے تب اُس کی روح کی کیفیت تبدیل ہوکے الہٰی مزاج کے موافق ہوتی جاتی ہے لیکن یہ سارا فضل صرف سیدنا مسیح میں ہوکرآدمی کو ملتا ہے اوراُس سے الگ یا اُس میل کے ساتھ جوآدمی نے اپنے تجویز سے اُس کے ساتھ فرض کرلیاہے دنیا کے شروع سے نہ کبھی کسی کوکچھ ملا ہے اورنہ ملیگا کیونکہ خدا نے اس پر مہرکردی ہے۔ فقط سلام

راقم

بندہ عاجزعمادالدین لاہزازمقام امرتسر

۱۱جون سنہ ۱۸۸۱ء